JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 18, Issue: 02, Jan – Jun 2025

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

قرآنی مفاہیم میں تاویل: علمائے لغت، متقدمین و متاخرین کے افکار اور تفسیری تطبیقات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Ta'wil in Qur'anic Concepts: A Research-Based Analytical Study of Lexicographers', Early and Later Scholars' Perspectives and Its Interpretative Applications

Dr. Zobia Parveen*
Lecturer, Department of Islamic Studies, Virtual University of Pakistan

ABSTRACT

This research paper explores the concept of Ta'wil in the Qur'an by analyzing its linguistic and terminological meanings, and its practical applications across classical and modern exegeses. The study aims to bridge the interpretative gap between early and later scholars regarding Ta'wil and understand how its meanings evolved over time. The paper is divided into three main sections: the linguistic origin of Ta'wil (rooted in the idea of returning or referring back), the terminological development (especially among jurists, theologians, and exegetes), and its diverse contextual uses within the Holy Qur'an. Classical exegetes like al-Ṭabarī, al-Bayḍāwī, al-Nasafī, and al-Māturīdī have extensively used the term Ta'wil in their works, indicating its deep-rooted presence in interpretative traditions. Over time, particularly post-4th and 5th Hijri centuries, Ta'wil acquired more specialized meanings in disciplines like Usūl al-Fiqh, Kalām, and Hadith sciences. The paper also addresses how Ta'wil is distinct from Tafsīr in its reliance on reasoning (dirāyah) rather than transmission (riwāyah), often involving preference of less apparent meanings when justified by strong evidence. By examining Qur'anic verses and classical interpretations, this study shows that Ta'wil is not merely a synonym for Tafsīr, but a complementary tool in understanding deeper dimensions of divine discourse. The research contributes significantly to the field of Qur'anic studies by clarifying how Ta'wil functions as both an exegetical method and an intellectual approach grounded in Islamic scholarly tradition.

Keywords: *Ta'wil, Linguistic Meaning, Terminological Development, Classical Scholars, Qur'anic Exegesis*

CC BY

تعارفِ موضوع

قرآن مجید کی تفسیر میں جہاں "تفسیر" کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے، وہیں "تاویل" بھی ایک اہم اصطلاح کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ ان معروف تفسیری کتب سے ہوتا ہے جن کے عنوانات میں "تاویل" شامل ہے، جیسے **جامع البیان عن تأویل آی القرآن)طبری(، انوار التنزیل و اسرار التأویل)بیضاوی(، حقائق التأویل (نسفی)** وغیرہ۔ قرآن میں خود بھی متعدد مواقع پر "تاویل" کا لفظ آیا ہے، جیسے آیت :**وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ**،[1] جو اس کی معنوی گہرائی کو ظاہر کرتی ہے۔ اس تحقیقی مطالعہ کا مقصد تاویل کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کو واضح کرنا ہے اور علمائے متقدمین و متاخرین کے افکار و تفسیری تطبیقات کا تقابلی جائزہ لینا ہے۔ تاویل کی اصطلاح وقت کے ساتھ ساتھ مخصوص فنی معانی اختیار کر گئی ہے، جو مختلف علمی شعبوں کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی۔ یہ تحقیق تاویل کو بطور مفہوم اور بطور منہج سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہے، تاکہ قرآنی معانی کی گہرائی کو بہتر انداز میں سمجھا جا سکے۔

مبحثِ اوّل: علمائے لغت کے نزدیک "تاویل" کے لغوی مفاہیم

تاویل باب تفعیل سے مصدر کا صیغہ ہے۔ جس کا ماخذ "أول" ہے جو آل یؤول باب سے مصدر کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں رجوع کرنا یا لوٹنا۔ باب تفعیل چونکہ متعدی ہے اس لیئے "تاویل" کے لغوی معنی ہیں لوٹانا۔ علمائے لغت نے تاویل کے لغوی معنی لوٹنا، واپسی، رجوع کرنا، غور و فکر، فہم و فراست، سیاست، انتظام وغیرہ کے بیان کیئے ہیں، ان تمام معانی کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

1. **تاویل بمعنی لوٹنا**

راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ /۱۱۰۸م) لکھتے ہیں:

> **" التأويل من الأول، أي: الرجوع إلى الأصل، ومنه: المَوْئِلُ للموضع الذي يرجع إليه، وذلك هوردّ الشيء إلى الغاية المرادة منه، علما كان أو فعلا ففي العلم نحو"**[2]۔
>
> تاویل کا لفظ أوّل سے ماخوذ ہے۔ یعنی اپنی اصل کی طرف رجوع کرنا یا لوٹنا۔ اسی لیئے موئل وہ جگہ ہوتی ہے جس کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے۔ پس تاویل کے معنی کسی چیز کا اُسکے اُس اصل مقصد کی طرف لوٹنا ہے جو اس سے علمی یا فعلی طور پر مراد ہے۔

امام راغب نے غایتِ علمی کو قولِ باری تعالیٰ:

﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ﴾[3] سے واضح کیا۔ غایتِ فعلی یا عملی کو شاعر کے ایک قول سے واضح کیا: " و للنوى قبل يوم البين تاويل "، اور جدائی کے دن سے پہلے ہی جدائی کا انجام کار اور اس کے آثار ظاہر ہوئے۔ غایتِ فعلی یا عملی کو اللہ تعالیٰ کے اس بیان﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ﴾ [4] سے واضح فرمایا یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

علامہ زمخشری (م۵۳۸ھ / ۱۳۴۴م) نے تاویل کے معنی "لوٹانا" کو دو مثالوں سے واضح کیا۔ پہلی مثال ہے:

" **أول الحكم إلى أهله: رده إليهم** "[5]

فیصلہ اس کے اہل کی طرف لوٹا دیا، یعنی جس کا جو حق یا اختیار ہو، اسے اسی کے سپرد کرنا۔

دوسری مثال ہے:

" **وفي الدعاء للمضل: أول الله عليك أي رد عليك ضالتك** "[6]

یعنی یہ کہ جس کی کوئی چیز گم ہو جائے اسے یہ دعا دیتے ہیں کہ " أول الله عليك "یعنی اللہ تجھے تیری گمشدہ چیز لوٹائے یا واپس کرے۔

علامہ ابن منظور (م۷۱۱ھ / ۱۳۱۱م) لکھتے ہیں:

" **وأما التَّأْوِيل فَهُوَ تَفْعِيلٌ مِنْ أَوَّلَ يُؤَوِّلُ تَأْوِيلًا وثُلاثِيُّه آلَ يَؤُولُ أَي رَجَعَ وَعَاد** ----[7]

جہاں تک تاویل کا تعلق ہے، تو یہ "أَوَّلَ يُؤَوِّلُ تأويلا" سے ماخوذ ہے اور اس کا ثلاثی مادہ "آلَ" ہے۔ " يَؤُولُ "کا مطلب ہے واپسی کرنا، لوٹنا یا رجوع کرنا۔

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

أول: الأَوْلُ: الرُّجُوعُ. آلَ الشيءُ يَؤُولُ أَوْلًا ومَآلًا: رَجَع. وأَوَّلَ إِليه الشيءَ: رَجَعَه. وأُلْتُ عَنِ الشَّيْءِ ارْتَدَدْتُ "[8]۔

"أول "کا معنی ہے واپسی۔ "آلَ الشيءُ يُؤُولُ أولًا" سے مراد یہ ہے کہ کوئی چیز واپس لوٹ آئی۔ مآلًا بھی اسی معنی یعنی واپسی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے،۔ "وأَوَّلَ إِلَيْهِ الشيءَ "کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو اس کی طرف واپس بھیجنا۔ اور "أُلْتُ عَنِ الشَّيْءِ "کا مطلب ہے کہ میں کسی چیز سے واپس مڑ گیا یا ہٹ گیا۔

علامہ ابنِ اثیر (م۶۰۶ھ) نے "آل" کے معنی "لوٹنا" کو حدیث ﴿ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ فَلَا صَامَ وَلَا آل ﴾ "جس نے سارا زمانہ (پورا سال) روزہ رکھا، تو گویا نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ ہی (قربِ الٰہی کی طرف) رجوع کیا" ، کی مدد سے بیان کیا[9]۔

علامہ ابنِ اثیر نے " آل " کے معنی ان الفاظ میں بھی بیان کیئے ہیں:

" **أَي لَا رَجَعَ إِلى خير، والأَوْلُ الرجوع** "[10]

یعنی نہ ہی نیکی / خیر کی طرف لوٹا۔ اور آل سے مراد لوٹنا یا رجوع کرنا کے ہیں۔

اس طرح اس حدیث کا معنی ہوئے جس نے ہمیشہ روزہ رکھا نہ اس کا روزہ ہوا اور نہ نیکی اور خیر کی طرف لوٹا۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی (م۸۱۷ھ / ۱۴۱۵م) لکھتے ہیں:

" **آلَ إليه أوْلاً ومَآلاً: رَجَعَ** "[11]

یعنی رجوع کرنا اور منحرف ہونا۔

2. تاویل بمعنی غور و فکر

لوٹنا اور رجوع کرنے کے علاوہ تاویل کے معنی "غور و فکر" کرنے کے بھی بیان ہوئے ہیں۔

ابن منظور (م ۷۱۱ھ / ۱۳۱۱م) لکھتے ہیں:

" وأَوَّلَ الكلامَ وتَأَوَّلَهُ: دَبَّره وقدَّره، وأَوَّلَهُ وتَأَوَّلهُ دَبَّره وقدَّره، وأَوَّلَهُ وتَأَوَّلهُ. وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ۔ أَي لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ عِلْمُ تأْويله، وَهَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَن عِلْمَ التَّأْوِيل يَنْبَغِي أَن يُنْظَرَ فِيهِ"[12]۔

یعنی کلام کی تدبیر کی اور اس کا اندازہ لگایا۔ اسے ترتیب دیا اور اندازہ لگایا، اس کی تدبیر اور تشریح کی۔ اور اللہ عزوجل کا فرمان: وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ، یعنی ان کے پاس ابھی اس (کلام) کی تاویل کا علم نہیں آیا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علمِ تاویل پر غور و فکر کرنا ضروری ہے۔

یعنی قرآن کے حقیقی مفہوم اور حقیقت تک پہنچنے کے لیے علمِ تاویل کی اہمیت کو تسلیم کرنا اور اس میں تدبر کرنا لازم ہے۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ / ۱۴۱۵م) لکھتے ہیں:

" وأَوَّلَ الكَلامَ تَأْويلاً، وتَأَوَّلَه: دَبَّرَهُ وقَدَّرَهُ وفَسَّرَهُ۔ والتأويلُ: عبارَةُ الرُّؤْيا"[13]۔

یعنی کلام کی تاویل کی، اس کی تدبیر کی، اندازہ لگایا اور اس کی تفسیر کی۔ تاویل خواب کی تعبیر کو بھی کہتے ہیں۔

تاویل الکلام سے مراد غور و فکر کرنا اور اس کی توضیح و تشریح ہے۔ تاویل کا مطلب کسی بات یا خواب کا صحیح مفہوم اور پوشیدہ معنی بیان کرنا ہے۔

3. تاویل بمعنی سیاست

تاویل، رجوع کرنے کے معنی کے علاوہ ثلاثی مجرّد سے فہم و فراست اور سیاست کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ یہ معنی اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی شخص یا حکمران کا کسی قوم یا گروہ کے معاملات کو بہتر طریقے سے چلانے اور ان کی نگہداشت کرنے کی بات کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ تاویل ایالة سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی سیاست کے ہیں۔

امام جوہری (م ۳۹۳ھ / ۱۰۰۳م) لکھتے ہیں:

" والجمع آل۔ والايالة: السياسةُ۔ يقال: آلَ الأميرُ رعيّتَه يؤولها أولا وإيالا، أي ساسها وأحسنَ رعايتها"[14]

آل کی جمع ایالة ہے اور اس کے معنی سیاست اور انتظام کے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ امیر نے اپنی رعایا پر سیاست کی۔ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ امیر نے اپنی رعایا کا انتظام کیا اور اس کی دیکھ بھال کی۔ یعنی اس نے اس کی پرورش کی اور اچھی طرح سے اس کی نگرانی کی۔

أبو الفضل الميداني النيسابوري (م۵۱۸ھ) لکھتے ہیں:

" **الإيالة: السياسة، أي قد سُسْنَا وسَاسَنا غيرُنا** "[15] الإيالة: السياسة" کے معنی ہیں سیاست (انتظام و نگرانی)۔"أي قد سُسْنَا وسَاسَنا غيرُنا" یعنی ہم نے (دوسروں کا) انتظام سنبھالا یا ہم نے حکومت کی۔ "سَاسَنا غيرُنا" کا مطلب ہے دوسروں نے حکومت کی یا دوسروں نے ہمارا انتظام سنبھالا۔یعنی کبھی ہم حاکم بنے تو ہم نے سیاست کی اور کبھی دوسرے ہمارے حاکم بنے تو ہم پر سیاست کی گئی۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

" **آل الرعية يؤولها إيالة حسنة، وهو حسن الإيالة** "[16] اس کا مطلب ہے کہ رعایا کا انتظام اچھے طریقے سے اور مؤثر طور پر کیا گیا۔ "حسن الإيالة" کے معنی یہ ہیں کہ اس انتظام کی خصوصیت اچھی اور مؤثر دیکھ بھال ہے۔ ابنِ زیاد نے اپنے خطبہ میں کہا:" **قَدْ أَلْنَا و إيلَ عَلَيْنَا** "[17]۔ بیشک ہم نے حکومت سنبھالی اور ہمارے اوپر بھی حکمرانی کی گئی۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی (م۸۱۷ھ / ۱۴۱۵م) لکھتے ہیں:

" **المَلِكُ رَعِيَّتَهُ إيالاً: ساسَهُمْ، على القومِ أوْلاً و إيالاً و إيالَةً: ولِيَ، المالَ: أصْلَحَهُ وساسَهُ** "[18]۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ کہا جاتا ہے: امیر نے اپنی رعایا کا انتظام کیا، اس کا انتظام کیا اور اس کی دیکھ بھال کی، یعنی اس نے اس کی پرورش کی اور اچھی طرح سے اس کی نگرانی کی۔

تأویل کا لغوی مفہوم واپسی یا رجوع کرنا ہوتا ہے، لیکن جب اسے سیاست یا انتظام کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی کے معاملات کی بہتر طور پر دیکھ بھال کرنا، ان کی رہنمائی کرنا، اور ان کے مسائل کو حل کرنا۔

مبحثِ دوم: علمائے متقدمین و متاخرین کے ہاں "تاویل" کا اصطلاحی تصور

مختلف ادوار میں اہلِ علم نے تاویل کو مختلف زاویوں سے سمجھا اور اس کی تعریفات پیش کیں۔ متقدمین نے تاویل کو نصوصِ شرعیہ کے معانی تک رسائی کا ایک ذریعہ قرار دیا، جب کہ متاخرین نے اس میں عقلی اصول، لغوی دلالت، اور سیاق و سباق جیسے عوامل کو بھی شامل کیا۔ ان تعریفات کے تنوع سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تاویل نہ صرف ایک علمی اصطلاح ہے بلکہ ایک ایسا منہجِ فہم ہے جس کے ذریعے نصوص کے باطنی و حقیقی مفاہیم تک رسائی ممکن بنتی ہے۔

1. علمائے متقدمین کے نزدیک تاویل کے اصطلاحی معنی

تاویل ایک اہم اصطلاح ہے جسے ابتدائی دور کے علماء، یعنی علمائے متقدمین، نے خاص انداز میں سمجھا اور استعمال کیا۔ ان کے ہاں تاویل کی اصطلاح عام طور پر الفاظ اور معانی کی وضاحت کے ضمن میں آتی تھی، اور ان کے فہم کے مطابق تاویل کی حقیقت کو دو بنیادی معنوں میں بیان کیا جاتا تھا۔ یہ معانی بعض اوقات ایک دوسرے کے قریب ہوتے اور بعض اوقات ایک دوسرے سے مختلف۔ متقدمین نے تاویل کو نہایت احتیاط کے ساتھ استعمال کیا اور اس کی بنیاد نصوصِ شرعیہ کے فہم اور تفسیر پر رکھی۔

ان کے نزدیک تاویل کا دائرہ، تفسیرِ قرآن اور بیانِ مرادِ الٰہی کے عمل سے گہری نسبت رکھتا تھا۔ علمائے متقدمین سے تاویل کے دو معنی منقول ہیں:

معنی اوّل: تفسیر اور تاویل کا مترادف ہونا

علمائے متقدمین کے نزدیک تاویل اور تفسیر میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا بلکہ دونوں کو ایک ہی مفہوم میں استعمال کیا جاتا تھا۔ امام طبری (م ۳۱۰ھ) اپنی تفسیر "جامع البیان عن تأویل آی القرآن" میں تاویل کو قرآن مجید کے معانی کی وضاحت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ان کے مطابق تاویل کا مطلب اللہ تعالیٰ کے کلام کی مراد کو بیان کرنا ہے۔ اسی طرح امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے صحیح بخاری میں کئی مقامات پر "باب قول الله تعالى وتأويله" کے عنوان سے ابواب قائم کیے، جس میں قرآن کی مراد اور تشریح بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ علمائے متقدمین کے نزدیک تاویل سے مراد کسی کلام کی تفسیر اور اس کے معانی کا بیان ہے، خواہ یہ وضاحت کلام کے ظاہر کے موافق ہو، یا مخالف۔ پس اس صورت میں تاویل اور تفسیر دونوں مترادف ہیں[19] یہی وہ مفہوم ہے جو مشہور تابعی مجاہد کے قول " إن العلماء يعلمون تأويله "میں مراد ہے[20]۔ یعنی تاویل سے مراد تفسیر ہی ہے۔

علّامہ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں جب "القول فی تأویل قوله تعالى كذا وكذا" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد یہی معنی ہوتے ہیں[21]۔ ابن جریر طبری کی تفسیر میں تاویل کا لفظ کثرت سے ملتا ہے۔ جو ان کے ہاں تفسیری معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے یعنی تاویل سے مراد تفسیر ہی ہے۔ گویا علامہ طبری نے تفسیر اور تاویل کو ایک ہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔

متقدمین کے مطابق تاویل کا اصطلاحی مفہوم کلام کی مراد اور مقصود کو بیان کرنا تھا، خواہ وہ الفاظ کے ظاہر سے واضح ہو یا استدلال اور غور و فکر سے معلوم ہو۔ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ علمائے متقدمین کے نزدیک تاویل اور تفسیر دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی مراد کو واضح کرنا تھا، اور ان کے ہاں تاویل کا مفہوم تفسیر کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ بعد کے ادوار میں یعنی علمائے متاخرین کے ہاں ان دونوں میں کچھ فنی اور اصولی فرق پیدا ہوا۔

معنی دوم: کلام کی مراد کی حقیقت

متقدمین کے نزدیک تاویل کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کسی کلام سے جو مفہوم مراد و مقصود ہے وہی تاویل ہے۔ چنانچہ اگر کلام کسی طلب پر مشتمل ہو تو جو فعل مطلوب ہے وہ تاویل ہے اور اسی طرح اگر کلام کسی خبر پر مشتمل ہو تو جس فعل کی خبر دی جا رہی ہے وہی اس کی تاویل ہے[22]۔

پہلے اور دوسرے معنی کے درمیان ایک واضح فرق ہے۔ پہلے معنی میں تاویل کا تعلق علم اور بیان سے ہے، جیسے تفسیر، شرح اور وضاحت۔ اس میں تاویل کا وجود دل، زبان، ذہن، لفظ اور رسم میں ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے معنی میں تاویل کا تعلق حقیقی خارجی حقائق سے ہوتا ہے، یعنی تاویل ان چیزوں کا خود وجود ہے جو حقیقت میں خارجی طور پر موجود ہیں، چاہے وہ ماضی میں ہوں یا مستقبل میں۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ "سورج طلوع ہوا"، تو اس کی تاویل خود سورج کا طلوع ہونا ہے۔ اور ابن تیمیہ کے نزدیک یہ وہ زبان ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اسی لیے قرآن میں جہاں کہیں بھی لفظ "تاویل" آیا ہے، اسے اس دوسرے مفہوم کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے[23]۔

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے بعد علماء کے ہاں تفسیر اور تاویل کی اصطلاحات الگ الگ معنی میں استعمال ہو رہی ہیں۔ السیناونی (م ۱۳۴۷ھ) لکھتے ہیں:

" التأويل حمل الظاهر على المحتمل المرجوح، فإن حُمِل عليه لدليل فصحيح، أو لما يُظَن دليلاً فی الو اقع ففاسد، أو لا شيء فلعب لا تأويل"[24]

ظاہر معنی کو مرجوح پر محمول کرنا تاویل کہلاتا ہے۔ اگر اس کو دلیل کی بناء پر محمول کیا جائے تو صحیح ہے۔ اگر ظنی دلیل کی بناء پر ایسا کیا جائے تو وہ تاویل فاسد ہے۔ اور اگر نہ قوی دلیل ہو اور نہ ظنی دلیل تو یہ نصوص کے ساتھ مذاق ہے تاویل نہیں۔

ان دونوں معانی کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علمائے متقدمین تاویل کو محض لفظی یا لغوی تشریح تک محدود نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ کلام کی اصل مراد اور عملی پہلوؤں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ ان کے تفسیری منہج میں تاویل کو ایک جامع اور ہمہ گیر اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

2. علمائے متاخرین (فقہاء، متکلمین، محدثین اور صوفیاء) کے نزدیک تاویل کے اصطلاحی معنی

مختلف علمی مکاتبِ فکر میں اس کے استعمال کے طریقے اور مفہوم میں فرق پایا جاتا ہے۔ علمائے متاخرین جیسے فقہاء، متکلمین، محدثین اور صوفیاء نے تاویل کو اپنی مخصوص علمی ضروریات کے مطابق مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ تاویل کا مقصد لفظ یا عبارت کو اس کے ظاہر سے ہٹا کر کسی دیگر معنی کی طرف منتقل کرنا ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کے حق میں کوئی دلیل موجود ہو۔ تاہم، یہ عمل ہر مکتبہ فکر میں مخصوص اصولوں اور دلالات کے تحت ہوتا ہے۔

علمائے متاخرین کے نزدیک تاویل ایک اہم فکری آلہ ہے جس کی مدد سے انہوں نے پیچیدہ اور متشابہ نصوص کی تشریح کی، اور اس میں اصولِ فقہ، عقلی دلائل، حدیث کی وضاحت، اور روحانی تشریحات کو مدنظر رکھا۔ ان تمام پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم ان مکاتبِ فکر کے ذریعے تاویل کی اصطلاحی تعریف اور اس کے استعمال پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

" هو صرف اللفظ عن المعنى الراجح إلى المعنى المرجوح لدليل يقترن به، وهذا هو التأويل الذى يتكلمون عليه فی أصول الفقه ومسائل الخلاف. فإذا قال أحد منهم: هذا الحديث - أو هذا النص - مُؤوَّل أو محمول على كذا. قال الآخر هذا نوع تأويل والتأويل يحتاج إلى دليل"[25]۔

کسی دلیل کی بناء پر لفظ کے راجح معنی کو ترک کر کے مرجوح معنی مراد لینا تاویل کہلاتا ہے۔ اصول فقہ اور اختلافی مسائل میں یہی مفہوم مراد لیا جاتا ہے جب ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ حدیث یا نص مؤول ہے یا فلاں پر محمول ہے تو دوسرا فریق کہتا ہے یہ تاویل ہے اور تاویل محتاجِ دلیل ہے۔

متاخرین کے ہاں تاویل کی شرائط

متاخرین علماء کے نزدیک تاویل کرنے والے پر دو بنیادی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ یہ واضح کرے کہ جس معنی پر اس نے نص کو محمول کیا ہے، لفظ سے اس معنی کا احتمال بھی ہوتا ہو۔ یعنی لفظ اس معنی کو قبول کر سکتا ہے۔

دوم یہ کہ وہ کوئی ایسی معتبر دلیل پیش کرے جو اس بات کو واجب یا راجح قرار دے کہ لفظ کو اس کے ظاہری اور غالب معنی سے ہٹا کر مرجوح اور غیر ظاہر معنی پر محمول کرنا درست ہو۔

اگر یہ دونوں شرائط پوری نہ ہوں، تو ایسی تاویل یا تو فاسد تاویل کہلائے گی یا پھر نصوصِ شرعیہ کے ساتھ کھیل (تلاعب) کے مترادف شمار کی جائے گی[26]۔

یہی وہ تاویل ہے جس میں بعض علمی مباحث، خصوصاً صفاتِ الٰہی سے متعلق مسائل میں اہلِ علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء نے تاویل کو مذموم اور ناجائز قرار دیا ہے اور نصوص کو ان کے ظاہر پر محمول کرنے کو لازم سمجھا ہے، جبکہ بعض نے دلیل کی روشنی میں تاویل کو جائز بلکہ واجب قرار دیا ہے۔ اس اختلاف نے تاویل کے مفہوم کو مزید اہمیت دی ہے۔

مبحثِ سوم: قرآنِ کریم میں لفظِ "تاویل" کا استعمال: سیاق و سباق اور تفسیری تطبیقات

قرآن مجید میں بھی لفظِ تاویل متعدد مقامات پر آیا ہے اور مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ہر مقام پر اس کا مفہوم سیاق و سباق کے اعتبار سے مختلف نظر آتا ہے۔ ان قرآنی استعمالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاویل کا مفہوم صرف نظری یا لغوی سطح تک محدود نہیں بلکہ عملی، واقعاتی، اور بعض اوقات غیبی حقائق سے بھی متعلق ہوتا ہے۔ درج ذیل میں قرآن مجید میں تاویل کے اطلاقات کے چند نمایاں مقامات اور ان کے سیاق و سباق کے مطابق معانی کی وضاحت کی گئی ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. تاویل بمعنی تفسیر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا ٱللَّهُ۔[27] یعنی اللہ کے سوا اور کوئی اس کا صحیح مطلب نہیں جانتا۔

امام ابنِ کثیر تاویل کے معنی قرآن سے بیان کرتے ہیں:

> " بِالتَّأْوِيلِ المعنى الآخر، وهو التفسير والبيان والتعبير عن الشيء كقوله ﴿نَبِّئْنا بِتَأْوِيلِهِ[28]﴾ أَيْ بِتَفْسِيرِهِ "[29]۔
>
> یعنی تاویل کے دوسرے معنی تفسیر اور بیان ہے۔ ایک شئے کی تعبیر دوسری شئے سے ہیں جیسے قرآن میں ہے کہ ﴿ نَبِّئْنا بِتَأْوِيلِهِ[30]﴾ "ہمیں اسکی تاویل بتاؤ"۔ یعنی کہ اس کی تفسیر۔

2. تاویل بمعنی تحریف

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: فَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَٰبَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَآءَ ٱلْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِ۔[31]

"جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہو تو اتباع کرتے ہیں متشابہہ کی تلاش کرتے ہیں فتنہ اور اور تلاش کرتے ہیں اسکی تاویل"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اپنی خواہشات کے مطابق قرآن کی آیات کی تاویل کرتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس تاویل کے ذریعے فتنہ پیدا کرتے ہیں اور اپنی ذاتی خواہشات یا نظریات کو قرآن کے نصوص کے ساتھ ملا دیتے ہیں، جو کہ حقیقتاً تحریف کے مترادف ہے۔

تاویل بمعنی تحریف کی بحث میں امام ابنِ کثیر کی وضاحت اہمیت رکھتی ہے۔ امام ابنِ کثیر نے اس آیت میں ﴿وَٱبۡتِغَآءَ تَأۡوِيلِهِۦ﴾ کے معنی "تَحْرِيفِهِ عَلَى مَا يُرِيدُونَ "[32] یعنی اپنی مرضی اور پسند کے مطابق معنی نکالنے لے لیئے تحریف کرنے کے لیئے ہیں۔

تأویل کی مختلف اقسام میں اس کی ایک اہم نوعیت تأویل بمعنی تحریف کی ہے، جہاں لفظ یا عبارت کو اپنی مرضی کے مطابق موڑ کر کوئی غیر صحیح یا خواہشات کے مطابق معنی نکالے جاتے ہیں۔ یہ نہ صرف غلط ہے بلکہ شرعی نصوص میں انحراف پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اس طرح کی تاویل کو نہ صرف مذہبی اعتبار سے غلط سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ قرآن کی اصل تعلیمات کو نقصان پہنچانے کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

3. تاویل بمعنی انجام و نتیجہ

قرآن مجید میں بعض مواقع پر کسی واقعے، حکم یا پیش گوئی کے آخری نتیجے اور اس کے ظہورِ کامل کے لیے تاویل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ مفہوم اس شے کی حقیقت اور اس کے عملی انجام کو ظاہر کرتا ہے، یعنی جب کوئی بات یا خواب حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے، تو قرآن اسے تاویل کہتا ہے۔ پس قرآن مجید میں تأویل بمعنی انجام و نتیجہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ ذیل میں دی گئی آیت اسی استعمال کی وضاحت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلاً ۔[33] "یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے"۔ اس آیت میں تاویل کا لفظ انجام اور نتیجے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

4. تاویل بمعنی حقیقت

تأویل کے مختلف معانی اور مفاہیم کی تفصیل میں ایک اہم پہلو تأویل بمعنی حقیقت ہے، جو قرآن اور دیگر اسلامی متون میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر تأویل کا لفظ نہ صرف اس کے عمومی مفہوم "انجام یا نتیجے" میں استعمال ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کا مطلب کسی چیز کی حقیقت یا اس کے اصل و درست واقعے کی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے بھی کیا گیا ہے۔ تأویل بمعنی حقیقت کو ہم اس وقت بہتر سمجھ سکتے ہیں جب ہم قرآن کی اس آیت پر غور کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأۡوِيلَهُۥۚ يَوۡمَ يَأۡتِي تَأۡوِيلُهُۥ۔[34]

"انہیں اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف آخری نتیجہ کا انتظار ہے"۔

یہاں پر اگرچہ تاویل کے معنی انجام اور نتیجہ بھی مراد لے سکتے ہیں، تاہم اگر سیاق و سباق کے حوالے سے دیکھا جائے تو تاویل سے مراد ایسے واقعہ کا ظہور پذیر ہونا ہے جس کی کسی نبی یا رسول نے اطلاع دی تھی۔ یعنی یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو کر ثابت ہو گی، اور یہی وہ وقت ہے جب اس کی حقیقت مکمل طور پر سامنے آئے گی۔

اس مفہوم کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تاؤیل کسی ممکنہ یا مستقبل میں آنے والے واقعے کا دراصل وہ حقیقی نتیجہ ہوتا ہے جو پہلے سے ہی اللہ کی طرف سے مقدر شدہ ہوتا ہے، اور وہ اپنی حقیقت میں مکمل طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ تاؤیل صرف کسی لفظ یا عبارت کی تشریح نہیں بلکہ یہ کسی واقعے کی حقیقت اور اس کے مکمل ظہور کا ذکر بھی ہو سکتی ہے، جو بالآخر حقیقت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مفہوم بالخصوص حضرت یوسفؑ کے خوابوں اور ان کی تعبیر کے ضمن میں نمایاں ہوتا ہے، جہاں تاویل کا اطلاق ان خوابوں کی حقیقت بن جانے پر کیا گیا ہے۔ درج ذیل آیت اسی استعمال اور معنی کی وضاحت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ ٱلْأَحَادِيثِ [35] "اور تجھے خواب کی تعبیر سکھائے گا"

اس آیت میں تاویل سے مراد حقیقت یا تعبیر ہے۔ یہاں تاؤیل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی حقیقت یا تعبیر سکھائیں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے خواب کی تعبیر بتا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں وہ حقیقت سکھائی گئی جو اس خواب کے پیچھے تھی۔ پس یہاں بھی تاویل کے معنی حقیقت کے ہیں۔

زمخشری کی تفسیر اس مفہوم کو مزید واضح کرتی ہے، جہاں وہ بیان کرتے ہیں:

> " ويجوز أن يراد بتأويل الأحاديث معاني كتب الله وسنن الأنبياء، وما غمض واشتبه على الناس من أغراضها ومقاصدها، يفسرها لهم ويشرحها[36]
>
> یعنی جائز ہے کہ اس جگہ تاویل الاحادیث سے اللہ کی کتابوں اور انبیاء کے سنن کے معانی و مفاہیم مراد ہوں، اور ان چیزوں کے اغراض و مقاصد کی تفسیر و تشریح مراد ہو جن کے بارے میں لوگوں کو اشتباہ و ابہام پیش آتا ہو۔

5. تاویل بمعنی تعبیر الرؤیا

تاویل کا لفظ مختلف مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے، جن میں ایک اہم مفہوم "تعبیر الرؤیا" یعنی خوابوں کی تشریح یا تعبیر ہے۔ قرآن مجید میں بھی تاؤیل کو اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں دیکھا جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر کی اور ان کی تاؤیل بیان کی، جو کہ اس وقت کی حقیقت اور آنے والے واقعات کی نشاندہی کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِۦٓ ۖ إِنَّا نَرَىٰكَ مِنَ ٱلْمُحْسِنِينَ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِۦٓ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِۦ قَبْلَ أَن يَأْتِيَكُمَ [37] "ہمیں بتاؤ اس کی تاویل، بے شک ہم دیکھتے ہیں محسنین میں سے، کہا نہیں آئے ابھی وہ کھانا جو تمہیں کھانے کے لیے دیا جاتا ہے مگر میں بتا دونگا تم دونوں کو اس سے قبل ہی اسکی تاویل"۔

اسی سورۃ میں آگے جا کر پھر تاویل کا لفظ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ ٱلْأَحْلَٰمِ بِعَٰلِمِينَ [38] "اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے"۔

6. تاویل بمعنی توجیہ

تاویل کا ایک اور اہم مفہوم "توجیہ" یا "حقیقت کی وضاحت" ہے، جو کسی بات یا عمل کی گہری تشریح اور اس کے مقصد کو سمجھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہوں پر تاؤیل کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے، جہاں کسی واقعتاً پیچیدہ

یا مبہم صورتحال کی توجیہ یا وضاحت بیان کی جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ اس کا بہترین مثال ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے مختلف حالات کی تاَویل (یعنی توجیہ یا حقیقت) بتانے کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا [39]

"میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ کو صبر نہ ہو سکا"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا[40] "یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا" سورہ کہف کی مذکورہ دونوں آیات میں تاویل کا مفہوم توجیہ یا حقیقت کی وضاحت کے طور پر پایا جاتا ہے۔ حضرت خضر کے اعمال میں چھپی ہوئی حکمت اور مقصد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ ان اعمال کے پیچھے کی حقیقت کو جان سکیں۔ تاویل سے ان اعمال کا موجب و محرک مراد ہے جو خضر نے کشتی کو توڑنے، لڑکے کو قتل کرنے اور دیوار کی تعمیر کے سلسلہ میں انجام دیئے تھے۔ اس میں اللہ کی مشیت اور حکمت کا علم پوشیدہ ہے، جو انسانوں کے لئے مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں ہوتا جب تک اللہ کی طرف سے اس کی حقیقت نہ کھل جائے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیق میں واضح کیا گیا کہ تاویل کا لغوی مفہوم "کسی چیز کی اصل یا حقیقت کی طرف رجوع" ہے، جب کہ اصطلاحی طور پر اس کا استعمال مختلف ادوار میں مختلف رہا۔ متقدمین کے ہاں تاویل اور تفسیر مترادف تھے، تاہم بعد ازاں متاخرین نے ان دونوں میں مفہوم و منہج کے اعتبار سے فرق کیا۔ تفسیر کو زیادہ تر روایت سے متعلق سمجھا گیا، جب کہ تاویل کو درایت یعنی اجتہادی بنیاد پر معانی کی تعیین سے تعبیر کیا گیا۔ قرآن مجید میں تاویل کی مختلف اقسام ملتی ہیں، جیسے خوابوں کی تعبیر، کسی فعل کا انجام، یا کسی عبارت کا گہرا مطلب۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاویل، قرآن فہمی کا ایک ضروری پہلو ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے تاویل کے لغوی، اصطلاحی اور تفسیری پہلوؤں کو نہایت موثر انداز میں واضح کیا گیا ہے جو جدید قرآنی مطالعات میں رہنمائی فراہم کرے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

[1] Āl ʿImrān 3:7

[2] Al Rāghib Al-Iṣfahānī, Abū al-Qāsim Ḥusayn ibn Muḥammad ibn al-Mufaḍḍal ibn Muḥammad (d. 502 AH / 1108 CE), *Mufradāt alfāẓ ul-Qurʾān*, ed. Ṣafwān ʿAdnān Dāwūdī, (Bayrūt: Dār al-Qalam, Dimashq, al-Dār al-Shāmiyyah, 4th ed, 1430 AH / 2009 CE), 99.

[3] Āl ʿImrān 3:7.

[4] Al-Aʿrāf 7:53.

[5] Al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ʿUmar ibn Aḥmad Abū al-Qāsim Jār Allāh (d. 538 AH), *Asās al-Balāghah*, ed. Muḥammad Bāsil ʿUyūn al-Sūd, (Bayrūt Lubnān: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1st ed, 1419 AH / 1998 CE), 1:39.
[6] Ibid.
[7] Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn Abū al-Faḍl Muḥammad ibn Mukarram, (d.711 AH), *Lisān ul-ʿArab*, (Bayrūt: Dār Ṣādir, 3rd ed, 1414 AH), 11:32-33.
[8] Ibn Manẓūr, *Lisān ul-ʿArab*, 11:32-33.
[9] Ibn Athīr , Izz al-Dīn al-Jazarī (d. 606 AH), *Al-Nihāyah fī Gharīb al-Ḥadīth wa al-Athar*, ed. Ṭāhir Aḥmad al-Zāwī, Maḥmūd Muḥammad al-Ṭanāḥī, (Beirut: al-Maktabah al-Islāmiyyah, 1st ed, 1383 AH/1963CE), 1:81.
[10] Ibid.
[11] Al-Fīrūzābādī, Majd al-Dīn Muḥammad ibn Yaʿqūb ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm al-Shīrāzī (d. 817 AH), *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*, ed. Muḥammad Naʿīm al-Qarsūsī, (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 8th ed, 1426 AH/2005 CE), p. 963.
[12] Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʿArab*, 11: 33.
[13] Al-Fīrūzābādī, *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*, p. 963.
[14]Al-Jawharī, Ismāʿīl ibn Ḥammād (d. 393 AH), *Al-Ṣiḥāḥ: Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyyah*, ed. Aḥmad ʿAbd al-Ghafūr ʿAṭṭār, (Beirut: Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn, 1399 AH/ 1979 CE), 4:1628.
[15] Al-Maydānī, Abū al-Faḍl Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm Al-Naysābūrī, *Majmaʿ al-Amthāl*. Edited by Muḥammad Muḥyī al-Dīn ʿAbd al-Ḥamīd. (Beirut: Dār al-Maʿrifah, n.d.), 2:104.
[16] Al-Zamakhsharī, *Asās al-Balāghah*, 1:39.
[17] Al-Maydānī, *Majmaʿ al-Amthāl*, 2:104.
[18]Al-Fīrūzābādī, *Al-Qāmūs al-Muḥīṭ*, P. 963.
[19] Al-Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn Al duktūr, *Al-Tafsīr wa al-Mufassirūn*, (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1433 AH / 2012 CE), P. 20.
[20] Al-Zurqānī, Muḥammad ʿAbd al-ʿAẓīm, *Manāhil al-ʿIrfān fī ʿUlūm al-Qurʾān*, ed. Fawwāz Aḥmad Zamarlī (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1415 AH / 1995 CE), 2:7.
[21] Al-Dhahabī, *Al-Tafsīr wa al-Mufassirūn*, p. 20.
[22] Ibid, pp. 20, 21.
[23] Ibid, p. 21.
[24] Al-Sīnawnī, Ḥasan ibn ʿUmar ibn ʿAbd Allāh Al-Mālikī, *al-Aṣl al-Jāmiʿ li-Īḍāḥ al-Durar al-Manẓūmah fī Silk Jamʿ al-Jawāmiʿ*, (Tunis: Maṭbaʿat al-Nahḍah, 1st ed., 1928 CE), 2:29.
[25]Al-Dhahabī, *Al-Tafsīr wa al-Mufassirūn*, 21.
[26] Ibid.

[27]Āl ʿImrān 3:7.
[28] Yūsuf 12:36.
[29] Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar Abū al-Fidāʾ, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*. Edited by Sāmī ibn Muḥammad al-Salāmah, (Riyadh: Dār al-Ṭayyibah lil-Nashr wa-al-Tawzīʿ, 2nd ed, 1420 AH / 1999 CE), 2:12.
[30] Yūsuf 12:36.
[31] Āl ʿImrān 3:7.
[32] Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*, 2:8.
[33] Al-Nisāʾ 4:59.
[34]Al-Aʿrāf 7:53.
[35] Yūsuf 12:6.
[36] Al-Zamakhsharī, Maḥmūd ibn ʿUmar ibn Aḥmad Abū al-Qāsim Jār Allāh, *Tafsīr al-Kashshāf ʿan Ḥaqāʾiq al-Tanzīl wa-ʿUyūn al-Aqāwīl fī Wujūh al-Taʾwīl*, ed. Khalīl Maʾmūn Shayḥā (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 3rd ed., 1430 AH / 2009 CE), 2:445.
[37]Yūsuf 12:36–37.
[38] Yūsuf 12:44.
[39] Al-Kahf 18:78.
[40]Al-Kahf 18:82.